© rasailojaraid.com

جدید تونس

ماضی، حال اور مستقبل کے آئینے میں

مولانا انیس رشید

"عالم ناتمام" کے تحت اسلامی ممالک میں سے کسی ایک ملک کا تعارف پیش کیا جاتا ہے جس میں اس کے ماضی، حال اور مستقبل پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ اس بار "تونس" کا تعارف ہدیۂ ناظرین ہے (ادارہ)

تاریخ اسلام کے طالب علم کے لیے تونس کسی نئے ملک اور خطے کا نام نہیں اس ملک کا نام سنتے ہی ذہنوں میں اس تاریخی شہر کا تصور ابھر آتا ہے جسے حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ نے بسایا تھا وہ تاریخی شہر آج بھی تونس کا ایک حصہ ہے، قیروان کے نام سے کون ناواقف ہے اور اس کو بسانے کے عجیب فیصلے سے کسے آگاہی نہیں، حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ جنہیں حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے مصر فتح کرنے کے بعد افریقہ کے بقیہ حصے کو فتح کرنے کی مہم سونپی تھی پورے شمالی افریقہ کے فاتح تھے، اس علاقے کا ایک ملک تونس بھی ہے، کسی زمانے میں الجزائر اور مراکش بھی اس کا حصہ تھے۔

سرزمین عرب سے نمودار ہونے والا اجنبی مذہب رفتہ رفتہ جزیرۃ العرب کے ہر ہر فرد کا مذہب بن گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے پورا جزیرہ اسلام کے نور سے منور ہو گیا، جو جاہل تھے عالم بن گئے، جو چرواہے تھے امام بن گئے اور جو اخلاقیات سے عاری تھے مجسم اخلاق بن گئے، عرب سے نمودار ہونے والا یہ اجنبی مذہب اب اجنبی نہیں رہا، سرزمین عرب سے نکل کر اطراف عالم میں اس نے اپنا مقام بنالیا، اسلام ایک طرف اگر آرمینیا اور آذربائیجان تک پھیل گیا تو دوسری طرف افریقہ کے جنگل اور بیابان میں بھی فاتحین اسلام نے اپنے خیمے نصب کر دیے، شمالی افریقہ کی آخری حدود تک فرزندان اسلام کے گھوڑوں کے ٹاپوں نے روند ڈالا، خشکی کا حصہ ختم ہو گیا تو سمندر میں گھوڑے ڈال دیے اور وہ تاریخی جملہ ادا کیا جو آج تک مجاہدین کو حوصلہ دیتا ہے اور ان کے قلب و نظر کو اس سے جلا ملتی ہے:

"یا رب! لولا هذا البحر لمضیت فی البلاد مجاهداً فی سبیلك"

پروردگار! اگر یہ سمندر حائل نہ ہوتا تو میں آپ کے راستے میں جہاد کرتا ہوا اپنا سفر جاری رکھتا۔

یہ تاریخی جملہ حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ نے اس وقت ادا کیا تھا جب خشکی کو فتح کر کے انہوں نے سمندر میں بھی اپنی استطاعت کے بقدر گھوڑا دوڑایا تھا۔ حضرت عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ کے زمانے سے تونس اسلامی خطہ تھا اور یہاں کے باشندوں نے رفتہ رفتہ اسلام کو اپنا مذہب بنالیا تھا، انیسویں صدی میں جب ترکی کی خلافت کمزور ہو گئی اور آہستہ آہستہ اس کی گرفت ڈھیلی ہوتی گئی تو فرانس نے برطانیہ نے اور جرمنی کے تعاون اور حمایت سے سنہ 1878ء سے تونس میں مداخلت شروع کر دی بالآخر 12 مئی سنہ 1881ء کو فرانس نے تونس کو اپنے زیر اثر کر لیا۔ برطانیہ جس منصوبے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اور پالیسی کی بنیاد پر طاقت اور عیاری کے ذریعے ایشیا کے بہت سے ممالک پر قبضہ کر لیا تھا ٹھیک اسی منصوبے اور پالیسی کو اپناتے ہوئے فرانس نے افریقہ کے بہت سے ممالک پر قبضہ کر لیا تھا، شمالی افریقہ کے تقریباً سب ہی ممالک فرانس کے زیر نگیں آگئے تھے ان میں سے تونس بھی تھا۔

ترکوں کے عہد میں تونس کی جامع مسجد کی بڑی شہرت تھی، یہاں اسلامی تعلیم کا وسیع انتظام تھا اور بیک وقت ہزاروں طلبہ زیر تعلیم رہتے تھے، یہاں تونس کے علاوہ طرابلس، الجزائر اور مراکش کے مسلمان بھی دینی تعلیم کے لیے آتے تھے، یہاں تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، فرائض، قراءت و تجوید، تصوف، نحو، صرف، خطاطی، عروض، منطق، آداب البحث، ریاضی، ہیئت اور مساحت ارض کے علاوہ دیگر کئی علوم پڑھائے جاتے تھے۔

فرانس نے اس پر قبضہ کر لینے کے بعد آہستہ آہستہ ان تمام علوم کو ختم کر دیا اور اپنا ایک نیا نظام تعلیم متعارف کرایا، اس نظام تعلیم اور نصاب میں فرانسیسی ادب اور زبان پر زور دیا گیا، عربی کو ضعف پہنچایا گیا، مدارس میں سیاسی تعلیم ممنوع قرار دی گئی اور مسلمانوں کو دین سے دور بلکہ برگشتہ کرنے کی کوشش شروع کر دی گئی، تونس، پر فرانس کو قبضہ کیے کچھ عرصہ ہوا تھا کہ وہاں فرانسیسی استعمار کے خلاف صدائے احتجاج بلند ہونا شروع ہو گیا اور عوام میں وسیع پیمانے پر فرانس کے رویے کے خلاف ناراضگی پیدا ہو گئی، اگرچہ عوام میں فرانسیسی استعمار کے خلاف شعور اور احساس نے انگڑائی لی تاہم جس طرح پاکستان ہندوستان، مصر و شام اور دیگر ممالک میں مغربی تعلیم سے مغربی تصورات حریت، ذہنوں میں مرکوز ہوئے اور مغربی طریقوں کو حصول حریت کے لیے اختیار کیا گیا، تونس میں بھی اسی طرح جذبۂ حریت اور جذبۂ آزادی عوام کے ذہنوں میں پیدا ہوا۔

تونس میں پہلی عالمی جنگ سے پیشتر ہی تحریک حریت شروع ہو چکی تھی جنگ کے بعد "حزب الدستور" کے نام سے ایک مضبوط جماعت تحریک حریت کے لیے کمربستہ ہو گئی لیکن اسے فرانس نے بزور قوت دبا دیا اور جماعت کے لیڈروں کو ملک بدر کر دیا، فرانس نے تحریک آزادی کو دبانے کے ساتھ ساتھ تونس میں مغربی اثرات کو مزید پھیلانے کی کوششیں تیز کر دی اور اسے دونوں ہاتھوں سے لوٹا بھی۔ اہل تونس کو فرانس نے قرضوں سے زیر بار کر دیا۔ فرانسیسی کمپنیوں کو بڑی بڑے مراعات دی گئیں اور انہیں بڑی بڑی رقمیں بھی دیں تاکہ ان رقموں سے کاروبار کر سکیں جبکہ ان رقموں کا سارا بوجھ تونس پر ڈالا گیا، وہاں کاروبار کے ایسے قوانین بنائے گئے جن سے نفع اندوزی کا موقع صرف فرانسیسیوں کو ملتا تھا۔ اوقاف اسلامی پر ٹیکس لگا دیے گئے۔ فرانسیسیوں کو تونس میں آباد کرنے کے لیے زیادہ سے زیادہ سہولیات بہم پہنچائی گئیں، چنانچہ زرعی زمینوں کا تیسرا حصہ فرانسیسیوں کے قبضے میں چلا گیا، فرانسیسیوں پر ان زمینوں کا کوئی خاص ٹیکس نہیں تھا، جب کہ تونسیوں کو بھاری ٹیکس دینا پڑتا تھا، مذہبی تعلیم پر پابندی لگا دی گئی، طویل عرصے تک کتابوں کی طباعت اور تجارت پر بھی پابندی تھی، نو آبادکاروں نے مقامی لوگوں سے غلاموں والا سلوک کیا۔

ایک طویل عرصے تک جبر اور استبداد کے پنجے میں کسے رہنے کے بعد تونسی عوام کو آزادی نصیب ہوئی اور مارچ سنہ 1956ء میں تونس کو فرانس نے آزاد کر دیا، تونس پر چوں کہ مغربی تعلیم کا گہرا اثر تھا اس لیے تونس سنہ 1956ء میں ایک استعمار سے آزادی حاصل کر کے دوسرے استعمار کے شکنجے میں پھنس گیا، اب دیکھنے میں تونس ایک آزاد اور خود مختار ملک ہے، کیوں کہ یہاں اکثریت مسلمانوں کی ہے اسی لیے آئین کی رو سے تونس کا مذہب اسلام ہے، اس کے باوجود فرانسیسی استعمار کا جال اب بھی تونس کے اردگرد موجود ہے اور تونس قوم کی رگوں میں فرانسیسی اثرات کا رنگ مجموعی طور پر بہت گہرا ہے، مسلمانوں کے بعد تونس میں دوسرے نمبر پر عیسائیوں کی آبادی ہے اور کافی تعداد میں یہاں عیسائی باشندے موجود ہیں جب کہ یہودی بھی بکثرت یہاں پائے جاتے ہیں، مسلمانوں کی اکثریت کے باوجود، یہاں کے قوانین اسلامی نہیں، مسلمانوں کو وہ آزادی حاصل نہیں جو ایک مسلم ملک میں انہیں حاصل ہونا چاہیے۔ اگرچہ عوام میں اب رفتہ رفتہ اسلامی شعور اور احساس بڑھ رہا ہے تاہم دیگر مسلم ممالک کی طرح تونس کے حکمران مسلمان ہوتے ہوئے بھی اسلامی تعلیمات سے بہت دور ہیں اور اسلامی تعلیمات کے مطابق ملکی معاملات چلانے کے روادار نہیں۔

© rasailojaraid.com